

جنگ

براون یونیورسٹی امریکہ کی بہترین تحقیقی اداروں میں سے ایک ہے۔ آئی وی لیگ یونیورسٹی ہونے کا اعزاز امریکہ کی معدودے چند یونیورسٹیوں کو حاصل ہے اور براون یونیورسٹی ان میں سے ایک ہے۔ جو عنصر اسے سب سے زیادہ اہمیت دلاتا ہے، وہ اس کی تحقیق اور دشوار ترین مسائل پر بے لاگ پن ہے۔ یہاں سے شائع شدہ تحقیقی رپورٹس پوری دنیا میں سنداً کا درجہ رکھتی ہیں۔ 1764ء سے قائم اس ادارہ نے حال ہی میں ایک حد درجہ حساس موضوع پر مقالہ شائع کیا ہے۔ عنوان ہے ”جنگ اور اسکی قیمت“، عنوان ہی سے اندازہ لگا لیجئے کہ یہ موضوع امریکی حکومت کے لئے ہضم کرنا کتنا مشکل ہو گا۔ ویسے ہمارے جیسے یا تیسری دنیا کے کسی بھی ملک میں اس طرح کے موضوع ”شجر منوع“، ہیں۔ اس لئے کہ ریاستی ہٹ دھرمی اور حب الوطنی سے مسلک صحیح یا غلط جذبہ کبھی بھی اتنے نازک موضوعات پر کھل کر بات کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ براون یونیورسٹی کی جاری شدہ تحقیق صرف امریکہ اور اس کی مسلط کردہ جنگوں کے سفلی اخراجات کے متعلق ہے۔ یہ خرچ پڑھ کر انسان کا دماغ گھوم جاتا ہے۔ دل تھام کر سینے۔ گذشتہ بیس برسوں میں امریکہ جنگوں پر چودہ ڈریلین ڈالر خرچ کر چکا ہے۔ ہمارے جیسے غریب ملک کا قومی بجٹ اس رقم سے حد درجہ قلیل ہے۔ شائد 1947ء سے لے کر آج تک ہمارے تمام بجٹ بھی اس چودہ ڈریلین ڈالر کی رقم سے کم ہوں۔ براون یونیورسٹی نے ثابت کیا ہے کہ اس محیر العقول خطیر رقم کا آدھا حصہ ”جنگی ٹھیکیداروں“، کی جیبوں میں گیا ہے۔ جنگی ٹھیکیدار ان جنگوں کے سب سے بڑے منافع خور ہیں۔ اس اصطلاح کو مثال دے کرواضح کرتا ہوں۔ امریکہ نے عراق اور افغانستان پر جنگ مسلط کی۔ یہ جنگ جدید ترین ہتھیاروں اور ٹیکنالوجی کے ذریعے لڑی گئی۔ دونوں مسلمان ملک مکمل طور پر بر باد ہو گئے۔ ان مسلم ممالک کے جانی و مالی نقصان کا اندازہ لگانا ناممکن ہے۔ لاکھوں لوگ مارے گئے۔ ان گنت خاندان ہمیشہ کے لئے اجز گئے۔ مگر مالی منافع کیسے ہوا۔ یہ حد درجہ اہم نکتہ ہے۔ Halliburton نام کی ایک کمپنی کو عراق اور افغانستان میں امریکی چھاؤنیاں کے قیام، اسلحہ کی صفائی، فوجیوں کی خوراک کی فراہمی اور روپیوں کی دھلائی کی مد میں تیس بلین ڈالر ادا کیے گئے۔ خطیر رقم 2008ء تک ادا ہوئی۔ حالیہ افغان جنگ میں جنگی ٹھیکیداروں کو مزید کتنے پیسے ملے اس کو قیاس کرنا ناممکن ہے۔

ڈک چینی ہیلی برٹن کمپنی کا سی ای او تھا۔ تیس بلین ڈالر کمانے کے بعد امریکی نظام نے اسے ملک کا نائب صدر بنا دیا۔ موصوف وہی شخص ہیں جنہیں ماحولیات پر ڈاکومنٹری بنانے کے انعام میں 2007ء کا نوبل پرائز عطا کیا گیا تھا۔ کھیل کو سمجھے۔ یہلے لاکھوں لوگوں کے قتل عام میں معاونت کی۔ غیر محدود دولت کمائی۔ پھر چہرے یہ لگا ہوا انسانی خون صاف

کر کے ماحولیات جیسے انسان دوست موضوع پر کام کرنا شروع کر دیا۔ یہ منافقت اور ”کار پوریٹ لائچ“، کی انتہا ہے۔ مگر یہ تمثاشا سب کے سامنے ہوا ہے۔ دراصل جنگوں میں اتنا کشیر فائدہ ہے کہ یہ کروہ ارض میں کبھی بھی ختم نہیں ہونگی۔ یہاں ہر اہم آدمی ڈک چینی جیسا امیر جنگی ”ٹھیکیدار“ بننے کے لئے ہر ذلت برداشت کرنے کے لئے بے قرار ہے۔

میجر جزل سمیڈلی بٹلر (Smedly Butler) نے 1935ء میں جنگ کے متعلق حد درجہ دلچسپ کتاب لکھی تھی۔ سمیڈلی کو دوبار بہادری کی بدولت ”میڈل آف آر“ سے نوازا گیا تھا۔ جنگوں کی ہلاکتوں، کرخگیوں اور بندیا دوں سے ہر طور سے آگاہ تھا۔ کتاب کا نام تھا۔ ”War is a racket“۔ ریکٹ کا قریب ترین اردو ترجمہ دھندا یا جرم ہی کیا جاسکتا ہے۔ بہرحال ”ریکٹ“ کا لفظ ہرگز ثابت نہیں ہے۔ اس سے منفی بدبو جڑی ہوئی ہے۔ بٹلر کی کتاب کے چند جملے پیش کرتا ہوں۔ ”جنگ دنیا کا سب سے بڑا دھندا ہے۔ ہمیشہ سے اس کی یہی کیفیت تھی اور شاکرہ تی دنیا تک اس طرح رہے گا۔ سب سے قدیم کاروبار میں منافع بھی قیامت خیز ہے۔ کوئی دوسرا کاروبار اس کے منافع کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ واحد تجارت ہے جس کا منافع ڈالروں میں ہوتا ہے۔ اور نقصان انسانی جان گنو انے کا ہوتا ہے۔ جنگ سے جڑا ہوا ایک حد درجہ اہم پہلو یہ بھی ہے کہ معدودے چند لوگوں کو اس کے اصل اغراض و مقاصد کا علم ہوتا ہے۔ اور یہی تھوڑے سے لوگ، جنگوں سے منافع کماتے ہیں۔ یعنی صرف چند لوگ اپنے فائدے کے لئے ان گنت بندوں کی جانیں گنوادیتے ہیں۔ عام لوگوں کو قطعاً پتہ نہیں چلتا ہے کہ کثیر دولت کس کی جیب میں جا رہی ہے۔ کتاب کے صرف ایک پیرے سے سمجھ جائیے کہ اس کھیل میں کون ہارتا ہے اور کون جیتا ہے۔ جس دن عام آدمی کو اس نکتہ کا علم ہو گیا۔ دنیا میں مستقل امن ہو جائے گا۔ پروہی چند لوگ جو جنگ کے ذریعہ پیسے کماتے ہیں۔ کبھی بھی امن ہونے نہیں دینگے۔ اصل حقیقت اتنی تلخ ہے کہ اس پر ہمارے جیسے ممالک میں زبان کھلونی حد درجہ نقصان دہ ہو سکتی ہے۔

اسی تناظر میں چند ہوش باتفاق مزید عرض کرتا چلوں۔ اسلحہ بنانے کے کارخانوں کو کتنا منافع ہوتا ہے۔ یہ عام بلکہ خاص لوگوں کے ذہن سے بھی باہر کی چیز ہے۔ امریکہ کی مسلط کی ہوئی جنگوں میں Lockheed Martin corp، Boeing co، General Dynamics corp، Raythen Technologies corp، Northrop corp نے بے پناہ دولت کمائی ہے۔ یہ کمپنیاں ہمارے ملکی قرضے سے بھی زیادہ منافع پیسے کماتی ہیں۔ 2020ء میں پینٹا گون نے صرف لاک ہیڈ مارٹن کو پچھتر 75 بلین ڈالر ادا کیے ہیں۔ یعنی صرف ایک کمپنی کو پینٹا گون نے اسلحہ بنانے کے لئے اتنے پیسے دیے ہیں جو ہمارے جیسے ملکوں کی قسمت بدل سکتے ہیں۔ مگر آپ کو کبھی بھی کوئی بھی یہ نہیں بتائے گا کہ جنگی اسلحہ بنانے کی کمپنیاں کتنی زیادہ دولت میں کھیل رہی ہیں۔ اور اس اسلحہ سے متاثر بلکہ بر باد ہونے والے

انسان کتنی بُدستی سے گزر رہے ہیں۔ صاحبان! اس کھیل میں کمپنیوں کا فائدہ تو اب ڈالر میں ہے۔ مگر اس کا نقصان انسانی خون کے ضیاع میں ہے۔ مگر اسی لہو سے تو اسلحہ ساز کارخانوں کو فائدہ ہے۔ جتنا زیادہ لوگ ڈریں گے۔ مریں گے، قیامت سے گزریں گے، اتنا ہی کمپنیوں کے مالکوں کے چہروں پر لا لی اور سرخی آتی جائے گی۔ ان کی صحت قابلِ رشک ہوتی جائے گی۔ اور وہ اتنی ہی شدت سے غریب ملکوں میں صحت، صاف پانی کے مسائل اور بیماریوں پر پریشان ہونے کی ادارکاری کریں گے۔ یہ صراحت منافقت درمنافقت ہے۔

اسلحہ ساز کارخانوں، جنگی اداروں سے آگے نکلیں تو آپ کوموت کے سوداگروں کی ایک اور قبل نظر آئے گی۔ امریکہ کیونکہ اپنے فوجیوں کو کم سے کم ہلاکت میں بنتا کرتا ہے۔ اس لئے امریکی حکومت نے باقاعدہ قتل کرنے والے تاجر بنائے ہیں۔ انہیں مقامی لوگوں کو قتل کرنے کے لئے ٹھیکہ دیا جاتا ہے۔ بلیک واٹر تنظیمیں ان میں سے ایک ہے۔ ہوتا یوں ہے کہ چند اہم لوگوں کو باقاعدہ ٹھیکہ دیا جاتا ہے کہ وہ ریٹائر فوجی اور جنگجو لوگوں کو اکٹھا کریں۔ انہیں خطیر تھوا ہیں دی جاتی ہیں۔ اور ان کا کام مفتوح یا حالت جنگ میں بنتا کمزور ملکوں میں قتل عام کرنا ہوتا ہے۔ عراق اور افغانستان میں بلیک واٹر تنظیم نے ان گنت لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ لوگوں پر تشدد کرنا، ان کے جسم کے آہستہ آہستہ ٹکڑے کرنا، ناقابل برداشت اذیت دینا اور اس طرح کے فتح کام انہی کرائے کے قاتلوں سے لیئے جاتے ہیں۔ عرض کرتا چلوں کہ پیپلز پارٹی کی سابقہ مرکزی حکومت میں بلیک واٹر تنظیم کو باقاعدہ پاکستان اور افغانستان میں کام کرنے کی ریاستی سطح پر اجازت دی گئی تھی۔ لاہور میں گرفتار ہونے والا رینڈ ڈیوس اسی تنظیم سے تعلق رکھتا تھا۔ اندازہ لگائیے کہ وہ امریکی مفادات کے لئے کتنا اہم تھا۔ کہ ہماری پوری حکومت اور اداروں نے محنت کر کے رینڈ ڈیوس جیسے قاتل انسان کو آزاد کروانے میں کلیدی لیکن شرمناک کردار ادا کیا تھا۔ ہمارے عدالتی نظام کو توڑ مرود کرایک ایسا فیصلہ لیا گیا جس سے وہ اجرتی قاتل مسکراتا ہوا ملک سے آزاد طور پر روانہ ہوا گیا۔ شائنڈ پیپلز پارٹی کے رہنماءں جرم پر زیادہ روشنی ڈال سکیں۔ مگر وہ تو درست کہتے ہیں کہ ”جمهوریت بہترین انتقام ہے“، مگر یہ نہیں بتاتے کہ اس انتقام کی کون کون سی اقسام ہیں اور اس سے کتنا مالی فائدہ جڑا ہوا ہے۔

امریکہ کبھی بھی دنیا میں جنگ کو ختم نہیں ہونے دیتا۔ افغانستان سے نکالے جانے کے بعد، اب یوکرین اور روس کی جنگ میں براہ راست شامل ہو چکا ہے۔ امریکی میڈیا جنگ کو اپنی سابقہ روایات کے مطابق خوب بھڑکا رہا ہے۔ فاس نیوز پر بارہا کہا جا رہا ہے کہ روس کے پاس ایسے میزائل ہیں جن سے وہ نیویارک کو تباہ کر سکتا ہے۔ روس کے پاس ایسے سیارے ہیں جو امریکی سیاروں کو ختم کر سکتے ہیں۔ مقصد صرف یہ ہے کہ جنگ کسی صورت میں ختم نہ ہو اور امریکی کمپنیوں کا منافع بڑھتا رہے۔ اس صورت حال میں اگر ہمارے ادنیٰ نظام میں سے چند بیمن ڈالر کما لیتے ہیں تو کیا فرق یہ رہتا ہے؟ جہاں

تک عوام کا تعلق ہے۔ انہیں جذباتی نعروں سے مسلسل بے وقوف بنایا جاتا رہا ہے۔ اور یہ سلسلہ کبھی بھی ختم نہیں ہوگا۔ یقین نہ آئے تو جزل ٹلکر کا فقرہ از بر کر لجئے کہ جنگ کا دھندا ابد تک ختم نہیں ہوگا؟